جموں یونیورسٹی پوسٹ

UNIVERSITY OF JAMMU

نئی روایتوں کا امین... منفرد اخبار

Vol. No. 1 | S.No. 02 | Monday 9 October 2023

جلدنمبر: ۱ ■ شمارہ نمبر: ۲ ■ دن سوموار ■ ۹/اکتوبر ۲۰۲۳

جموں یونیورسٹی کے منتظمین نے یونیورسٹی کے 54 ویں یوم تاسیس پر کمیونٹی ریڈیو کا آغاز کیا

(ادریس احمد فلاحی)

جموں// جموں یونیورسٹی کا قیام سال 1969 میں عمل میں آیا تھا اور گزشتہ دو سالوں سے یہ یونیورسٹی اپنے یوم تاسیس کو موجودہ وائس چانسلر پروفیسر امیش رائے کی نگرانی اور رہنمائی میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ منا رہی ہے۔ یونیورسٹی نے 5 ستمبر 2023 کو اپنا 54 واں یوم تاسیس منایا جس میں جموں وکشمیر کے لیفٹیننٹ گورنر منوج سنہا مہمان خصوصی تھے، جبکہ ان کے مشیر راجیو رائے بھٹنا گر مہمان خصوصی تھے۔

لیفٹیننٹ گورنر منوج سنہا نے جے یو کی بنیاد کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وائس چانسلر، فیکلٹی ممبران اور طلباء کو مبارکباد دی اور ملک کی ہمہ جہت اور تیز رفتار ترقی میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کے کردار پر روشنی ڈالی۔ اپنے خطاب میں لیفٹیننٹ گورنر نے کہا کہ ڈیزائنیور ڈگری اور کالج آن وہیلز جیسے کئی اہم اقدامات کے ساتھ جموں یونیورسٹی تحقیق، اختراعات اور اقتصادی ترقی میں عالمی سطح پر جموں وکشمیر کی شبیہ کو روشن کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

لیفٹیننٹ گورنر نے کہا کہ یونیورسٹی کے مستقبل کے وژن اور قومی تعلیمی پالیسی 2020 کے نفاذ نے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے بہترین تعلیمی طریقوں اور اعلیٰ درجے کی ہنر مند افرادی قوت کو یقینی بنایا ہے۔ اس موقع پر لیفٹیننٹ گورنر نے تدریسی برادری کو کیمپس میں آزادانہ سوچ، تخلیقی صلاحیتوں، تحقیق اور نئی ایجادات کو فروغ دینے کی تلقین کی۔ انہوں نے کہا کہ NEP-2020 یونیورسٹیوں میں تعلیم کی نئی تعریف کرے گا اور نصاب کو مزید لچکدار بنائے گا اور اس اقدام کے لیے اپنی مکمل حمایت کا اظہار کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تعلیم لامتناہی تلاش اور سیکھنے کا سفر ہے۔

اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلاس رومز میں ایک ایسا نظام ترتیب دیں جس سے نوجوان ذہنوں میں زیادہ سے زیادہ تخیل پیدا ہو، نئے آئیڈیاز کی حوصلہ افزائی ہو، واضح اہداف فراہم کریں، لگن، اعتماد، امید اور آگے کے سفر کے لیے تجس پیدا کریں۔ قبل ازیں اس تاریخی موقع پر جموں وکشمیر کے اعلیٰ تعلیمی اداروں کی طرف سے لیفٹیننٹ گورنر اور جموں یونیورسٹی کے چانسلر کو 'تعلیم کل گورو سمان سے نوازا گیا۔

ایل جی منوج سنہااوروائس چانسلرجموں یونیورسٹی امیش رائےیوم تاسیس پریونیورسٹی کاپراسپیکٹس ہاتھوں میں تھامےہوئے۔

جے یو کے وائس چانسلر پروفیسر۔ امیش رائے نے کہا کہ یہ تقریب تمام طلباء، سابق طلباء، اسکالرز، عملہ، نان گزیٹیڈ اور غیر تدریسی افسران کو اکٹھا کرنے کا ایک خاص موقع ہے اور سال کی کامیابیوں کو بانٹنے کا ایک بہترین پلیٹ فارم ہے۔ یونیورسٹی کے اہم اقدامات کا مزید جائزہ لیتے ہوئے وائس چانسلر نے کہا کہ جے یو منفرد اور اختراعی پراجیکٹ کالج آن وہیلز یا جے کے گیانو دیا کی قیادت کر رہی ہے، جس کے ذریعے ریاست کی مختلف یونیورسٹیوں کے سو فیکلٹی ممبران کے ساتھ تقریباً آٹھ سو طلباء، ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں سے، حصول کا سفر کریں گے۔

یوم تاسیس کے اس موقع پر یونیورسٹی کے سابق اور کام کرنے والے ملازمین کو ان کی شاندار خدمات پر اعزاز سے نوازا گیا۔

جموں یونیورسٹی" کمیونٹی ریڈیو" شروع کرنے والی پہلی یونیورسٹی بن گئی۔

جموں وکشمیر کے لیفٹیننٹ گورنر منوج سنہا نے جموں یونیورسٹی کے پہلے کمیونٹی ریڈیو اسٹیشن 91.2 ایف ایم دھوانی جے یو کا افتتاح کیا۔ ایل جی نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ یہ ریڈیو اسٹیشن بڑے پیمانے پر شرکت، تعلیمی ماحولیاتی نظام کو مضبوط بنانے، طلباء اور کمیونٹی کے مفادات کی خدمت میں مدد دینے، معاشرے سے جڑنے اور عام آدمی سے متعلق مختلف مسائل پر بیداری پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ جبکہ وائس چانسلر پروفیسر رائے نے کہا کہ کمیونٹی ریڈیو اسٹیشن یونیورسٹی کی سماجی ذمہ داری کی طرف ایک قدم ہے۔

ریڈیو یونیورسٹی کے مختلف اسٹیک ہولڈرز کی کثیر لسانی آوازوں کو فروغ دینے، پھیلانے اور پھیلانے کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر اور متنوع خیالات کے تبادلے کی جگہ کے طور پر جو لوگوں کو ملک کی مربوط ترقی کے لیے قومی کوششوں میں حصہ لینے کی تحریک دیتا ہے۔ پرو امیش رائے نے کہا کہ کمیونٹی ریڈیو اسٹیشن یونیورسٹی کی سماجی ذمہ داری کی طرف ایک قدم ہے۔

جموں یونیورسٹی (بقیہ 1)

جموں یونیورسٹی کے کمیونٹی ریڈیو کے آغاز کے دوران منوج سنہا(لیفٹیننٹ گورنر) جموں وکشمیر کی ایک دلچسپ تصویر

دھنونتری لائبریری کے تناظر میں، کامریڈ دھنونتری کی زندگی پر ایک نظر؟

حمیرہ رینا۔

،ہمارے بڑے ناموں کی دنیا میں، دلچسپ بات یہ ہے کہ ہمارے دو ہیرو گمنام ہوتے ہیں۔ وہم اور نیم سراب کی اس زندگی میں" ٹھوس خوبیوں کا حامل شخص جس کی تعریف اس کی معروفیت سے بھی زیادہ اہم چیز کے لی ے کی جاسکتی ہے، وہ اکثر گمنامہیرو ثابت ہوتا ہے : استاد، نرس، ماں، ایماندار پولیس اہلکار، تنہا، کم معاوضہ، غیر مسحورکن، غیر مطبوعہ مالزمتوں پر سخت محنت کرنے واال۔ ڈینیئل جے بورسٹن ہمارا ملک اپنی آزادی کا 77 واں جشن آزادی سال منا رہا ہے۔ یہ تحریک آزادی ہزاروں آزادی پسندوں کی تاریخی واقعات اور قربانیوں کا ایک سلسلہ تھی۔ بالشبہ مہاتما گاندھی، جواہر الل نہرو، ران ی لکشمی بائی اور بہت سارے مشہور آزادی پسندوں میں شامل ہیں اور ان کو اسپاٹ الئٹس ملی ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیرو ہ یں جنہوں نے ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ جموں وکشمیر میں بھی ایک ایسا ہی گمنام ہیرو ہے جو 1953 میں اپنی موت کے بعد سے اپنی جائے پیدائش کے لوگوں میں بھی بہت کم جانا جاتا ہے اور وہ کوئی اور نہیں دھنونتری ہی ں۔ دھنونتری کی پیدائش 7 مارچ 1902 کو فوجی ہسپتال ستواری میں ڈاکٹر (کرنل (درگا دت مہے کے گھر ہوئی۔ وہ چار بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھا۔ سب سے بڑے بھیم سین ماہے وزیرِ ولایت، پونچھ رہے، دوسرے پنڈت ودیانند مہے لاہور میں ریلوے میں افسر تھے۔ تیسرے دھنونتری اور چوتھے پنڈت وشوامتر بھی سماج میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اگر دھنونتری چاہتا تو وہ خوشی اور مسرت سے رہ سکتا تھا لیکن اس نے اپنے لیے کچے فرش اور جیل کی روٹیاں چن لیں۔ وہ شروع ہی سے انقلابی نظریے کے مالک تھے۔ اسے ادب سے دلچسپی تھی، دھوپ میں مشق کرنے اور تنہائی میں غور و فکر کرنے کی عادت تھی۔ دھنونتری نے اپن ی اسکولی تعلیم سری رنبیر ہائر سی کنڈری اسکول، جموں میں مکمل کی اور اس کے بعد اپنے بھائی پنڈت ودیانند کے لیے شری د یانند آیورویدک کالج میں داخلہ لیا۔ F.Sc کے پاس الہور چلی گئیں اور انگریزوں نے ہندوستان میں رولٹ ایکٹ نافذ کیا جس کی وجہ سے وہ ہندوستانیوں کو بغیر مقدمہ (بقیہ 2)

ڈی اے اے انٹرویو

سوال نمبر 1۔ آپ کا تعلیم کا فلسفہ کیا ہے جو بنیادی طور پر ہمارے طلباء کو کالس روم میں پڑھانے سے آگے بڑھتا ہے؟

میری رائے میں، سیکھنے کا مال ہوا طریقہ سیکھنے کا بہترین طری قہ ہے کیونکہ اس طریقے سے طالب علم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کالس روم میں کیا پڑھایا جا رہا ہے۔ جہاں تک یونیورسٹی کا تعلق ہے آپ یہاں ایک بالغ کے طور پر آتے ہیں کیونکہ آپ نے پہلے ہی اپنی گریجویشن مکمل کر لی ہے اور آپ کو زیادہ ترجی زوں کے بارے میں معلوم ہے، اس لیے بہترین ممکنہ طریقہ روایتی طری قے کے بجائے بحث کا زیادہ طریقہ ہے جو اچھے سیکھنے والوں کو پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے لی کن ہم چاہتے ہ یں کہ طلباء کو ایک کورس کے طور پر صحافت کے لیے تنقی دی سوچ رکھنے والے بنیں، میری رائے میں صحافت میں کسی کو زیادہ تفتیشی بھی ہونا چاہیے جو آپ کو غیر جانبدارانہ اور تصدیق شدہ رپورٹ پیش کرنے میں مدد کرتا ہے۔ یہی بات دوسری چیزوں کے ساتھ بھی سچ ہے کیونکہ جب ٹیچر آتا ہے اور کالس کے باہر اس کی زیادہ ترچی زیں ایک گھنٹہ میں اور باہر نکل جاتی ہ یں تو ہمارے پاس بحث نہیں ہوتی ہے اس لیے اسے ٹیچر کے ساتھ زیادہ انٹرا ایکٹو سیشن ہونا چاہیے، جیسا کہ ہم جانتے ہیں۔ ہمارے کورسز کا دورانیہ بہت کم ہے اس لیے ٹ یچر کے لیے ہر چیز ڈیلیور کرنا مشکل ہے اور وہ جلدی میں ڈیلیور کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر ہم تنقیدی مفکر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس بات کو یقی نی بنانا ہوگا کہ طلباء بھی مباحثوں میں اپنا حصہ ڈالیں۔ ہمیں سیکھنے کے بلینڈ ڈ موڈ پر جانے کی ضرورت ہے جیسے کہ فلپڈ لرننگ جہاں طالب علم پہلے ہی اس کورس کے بارے میں پڑھتا ہے جو کالس میں پڑھایا جا رہا ہے اور پھر وہ آتا ہے اور ہمارے سسٹم میں پوسٹ گریجویٹ سطح پر سیمینار کے مباحثے نہیں ہوتے ہیں۔ آنے والے وقت میں یہ ایک وقت کی ضرورت ہے کیونکہ وقت بدل رہا ہے، ہم اس مقررہ مالزمت پر بھروسہ نہیں کر۔ بہت سارے سائنس گریجویٹ ہیں مثال سکتے، کسی نہ کسی طرح آپ کو دوسرے شعبوں میں بھی اپالئی کرنے کی ضرورت ہے جو صحافت کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم نہیں کر سکتے۔ سائنس کمیونیکیٹر بنانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ باصالحیت لوگ ہوں لیکن ہم انہیں کمیونی کیٹر کے طور پرپ یدا نہیں کرتے کہ آپ سائنس کی نمائشیں کیسے کریں گے، سائنس میوزیم کچھ کہتے ہیں تو یہ وہ نوکریاں ہیں جن کی ہم تکمیل نہیں کر رہے ہیں۔ ہم صرف تدریسی مالزمتوں کو پورا کر رہے ہیں لیکن ہمیں اپنے آپ کو متنوع بنانا ہے۔

سوال نمبر 2۔ چونکہ آپ بہت سارے تجربے کے ساتھ طبیعیات کے پس منظر سے ہیں، اس لیے آپ طلبہ کو کیا پیغام دی نا چاہتے ہیں؟

کلیدی لفظ یہ ہوگا کہ ہمیں ایک ٹیم کے طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے، ایک ٹیم کے طور پر ہم زیادہ کامیاب ہیں۔ ہمیں ایک استاد اور طالب علم اور ایک طالب علم اور ایک طالب علم کے درمیان ٹیم اسپرٹ کا ہونا ضروری ہے، اگر ہمارے پاس ٹیم اسپرٹ ہے تو ہم زیادہ کامیاب ہوں گے اور یہ میں نے 1000 سے زیادہ لوگوں جیسے لوگوں کے بڑے تعاون سے سیکھا ہے جہاں ہم ایک ٹیم کے طور پر کام کیا، ٹیم کے درمیان کوآرڈین یشن ہونا ضروری ہے۔ ایک یونیورسٹی کے طور پر ہمیں ایک پوری ٹی م کے طور پر کام کرنا ہے تاکہ ہم مل کر یونیورسٹی کو ترقی دے سک یں نہ کہ کچھ محکموں کی طرح یا ترقی یافتہ اور کچھ کو نہیں۔ اور یہ ذمہ داری یونیورسٹی کی انتظامیہ پر عائد ہوتی ہے۔

سوال نمبر 3 آپ آنے والے دنوں میں جموں یونیورسٹی کو کیسا دیکھنا چاہیں گے جیسا کہ ہم نے 2020 میں نئی تعلیمی پالیسی نافذ کی ہے تو یہ تعلیمی ماہرین میں کیسے انقالب الئے گی؟

ہم طالب علم کو مالزمت کے متالشی نہیں بنا رہے ہیں، ہم ان کو جاب میکر بنانے کی کوشش کر رہے ہ یں، لیکن ہر کوئی کاروباری نہیں ہوسکتا، ہر کوئی استاد نہیں ہوسکتا۔ فرض کریں کہ میرے پاس 15 طلباء کی کالس ہے، ہر کوئی استاد نہیں بننا چاہتا، ہر ہمیں وہ ایکو سسٹم بنانے کی ضرورت ہے جہاں ہر ایک کو نوکری حاصل کرنے یا نوکری لہ ذا کوئی کاروباری نہیں بننا چاہتا۔ دینے کا موقع ملے، اس لیے یہ تمام تبدیلیاں بشمول قومی تعلیمی پالیسی کے ساتھ ساتھ ڈیزائن اور ڈگری پروگرام کو آگے بڑھانا ہے جس کا مقصد طلبہ میں اس بات کو فروغ دینا ہے۔ خود کہ آپ کی دلچسپی کیا ہے۔ ہوسکتا ہے آپ کے والدین آپ کو صحافت کرنے پر مجبور کریں لیکن آپ کی دلچسپی موسیقی میں ہوتی ہم چاہتے ہیں کہ طلباء دونوں شعبوں پر توجہ مرکوز کریں اور ہم ان طلباء کو جانتے ہیں جو قومی تعلیمی پالیسی سے ہٹ کر ایسا کر رہے ہ ی ں۔ آخر میں میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ہم طلباء کو تنقیدی سیکھنے والوں کے طور پر نہیں سڑے ہوئے سیکھنے والوں کے طور پر چاہتے ہ یں۔ اس کی بہترین مثال وکرم سارا بھائی ہیں جو قائم کیا۔ اس نے واقعی اس کے ISRO بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے گئے تھے لیکن ایک خواب لے کر یہاں آئے اور انہوں نے بارے میں سوچا اور اس نے کیا یہ اس کے لئے کیک واک نہیں تھا لیکن اس کے دماغ کے پیچھے کچھ تھا جسے وہ تنقیدی طور پر سوچ رہے تھے اور اس نے سب کو باور کرایا کہ ترقی کے لحاظ سے ی ہ ہندوستان کلئے بہت ضروری ہے۔ لہذا ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے طلباء کھلے ذہن کے ساتھ جائیں جہاں وہ باقی دنیا کے ساتھ مدعو کر سکیں۔ ڈین ماہرین تعلیم کی طرف سے کوئی پ یغام؟ Qno4 پیغام بہت آسان ہے کہ ہم چاہتے تھے کہ ہماری یونیورسٹی ترق ی کرے۔ ہم یہ بھی چاہتے ہ یں کہ یہ یونیورسٹی دنیا کے نقشے پر آئے، ہم چاہتے ہ یں کہ یہ ادارہ دنیا کے اہم اداروں میں سے ایک ہو اور یہ ہمارا بنیادی مقصد ہے اور ہم یہ بھی چاہتے ہ یں کہ یہ۔ یونیورسٹی طلبہ پر مرکوز ہو اور ہمیں اس پر مزی د کام کرنا ہوگا۔

جموں یونیورسٹی کے ڈائریکٹوریٹ آف اسپورٹس اینڈ فزیکل ایجوکیشن کے ڈائریکٹر ڈاکٹر داؤد اقبال بابا نے جموں یونیورسٹی پوسٹ سے بات کی

شہناز چودھری

سوال۔ جموں یونیورسٹی کے شعبہ کھیل اور جسمانی تعلیم نے سال 2023 میں اب تک کیا کامیابیاں حاصل کی ہیں؟

،سال 2023 میں، ڈائریکٹوریٹ نے ”آل انڈیا انٹر یونیورسٹی فی نسنگ چیمپئن شپ“ جیسے بہت سے پروگراموں کا اہتمام کیا ہے۔ جس کی میزبانی جموں یونیورسٹی نے کی تھی۔ اس مقابلے میں، ہم نے تیسرا مقام حاصل کرتے ہوئے کانسی کا تمغہ جیتا اور اسکے 16 بچوں نے کھیلو انڈیا یونیورسٹی گیمز کے لیے کوالیفائ ی کیا۔ یہی نہیں JU میں سے مردوں اور خواتین کے زمرے میں ہمارے کھالڑیوں نے اس مقابلے میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور 3 کانسی کے تمغے بھی حاصل کیے۔ اسی سال ہم نے انٹر تمام یونیورسٹیوں نے حصہ لیا اور اس میں بھی با یونیورسٹی ”چانسلر ٹرافی“ کا بھی انعقاد کیا جس میں جموں وکشمیر کی تقری جموں یونیورسٹی مجموعی طور پر چیمپئن رہی۔ حال ہی میں جموں یونیورسٹی میں جموں وکشمیر ٹیبل ٹینس ایسوسی ایشن کے تعاون سے ٹیبل ٹینس کی سینئر نیشنل اور انٹر اسٹیٹ چیمپئن شپ کا بھی انعقاد کیا گیا۔

سوال۔ شعبہ کی جانب سے آئندہ کھیلوں کی سرگرمیاں کیا ہوں گی اور شعبہ ان میں یونیورسٹی کے دیگر شعبہ جات کو کیسے شامل کرے گا؟

حال ہی میں جامعیت کی خاطر ڈائریکٹوریٹ نے پوری یونیورسٹی کے مالزمین کے لیے ایک ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا جس میں 300 مالزمین نے مختلف مقابلوں میں حصہ لیا۔ اس کے بعد ہم نے طلباء کا ایک انٹرڈپارٹمنٹل ٹورنامنٹ منعقد کیا جس میں باتقری سے زائد طلباء نے اپنی کھیلوں کی صالحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ یہ تمام ٹورنامنٹ ہمارے ساالنہ اسپورٹس کیلنڈر کا حصہ بنے 500 ہوئے ہیں۔ اس کے عالوہ ہم جموں یونیورسٹی کے تحت تمام کالجوں کے 40 سے زیادہ انٹر کالج اسپورٹس ایونٹس کا انعقاد کرتے ہیں۔ آئندہ کھیلوں کی سرگرمیوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے، آنے والے وقت میں جموں کے زیادہ تر بڑے ایونٹس صرف ہماری جموں یونیورسٹی میں منعقد ہونے والے ہیں۔ اس وقت جے کے کرکٹ ایسوسی ایشن بھی ہمارے ساتھ رابطے میں ہے اور ممکنہ طور پر جنوری 2024 میں رانجھی ٹرافی کے 4 میچ صرف جے یو کرکٹ گراؤنڈ میں کھیلے جائیں گے۔ اس کے بعد بھی بہت سے انٹر کالج، انٹریون یورسٹی اور یہاں تک کہ قومی سطح کے ٹورنامنٹ ہماری کٹی میں ہیں۔

سوال۔ فنڈز اور انفراسٹرکچر کے حوالے سے محکمہ کے پاس کیا وسائل ہیں اور محکمہ اپنے منصوبوں کو کس طرح ترجیح دیتا ہے؟

اس وقت محکمہ کے پاس فنڈز کی کوئی کمی نہیں ہے۔ پچھلے کچھ سالوں میں، ہمیں جموں یونیورسٹی، ریاست اور قومی سطح پر بھی بھاری فنڈز ملے ہ یں۔ گزشتہ 4 سالوں میں کھیلوں کے فنڈز میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے اور جہاں 2018 میں ہمیں ہر سال 30- لاکھ روپے ملتے تھے، آج یہ 80 الکھ روپے سے اوپر پہنچ چکے ہ یں اور آنے والے وقت میں مزید بڑھیں گے۔ کیمپس بجٹ 35 میں خصوصی فنڈز رکھے گئے ہیں تاکہ جموں یونیورسٹی، جو پہلے ہی تعلیم کے میدان میں بہترین کارکردگی کا 2023-24 مظاہرہ کر رہی ہے، کو کھیلوں کے مرکز میں تبدیل کیا جائے۔ پچھلے 5 سے 6 سالوں میں، جے یو میں سوپرٹس کے انفراسٹرکچر میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ ہم نے حال ہی میں عالمی معیار کا 400 میٹر کا مصنوعی ایتھلیٹک ٹریک بنایا ہے جس پر قومی اور بین االقوامی مقابلے بھی منعقد کیے جاسکتے ہیں۔ جموں یونی ورسٹی جموں و کشمیر کا پہال ادارہ ہے جس میں مصنوعی ایتھلیٹک ٹریک ہے۔ اس کے ساتھ کھو کھو گراؤنڈ، ہینڈ بال اور باسکٹ بال کورٹس کو بھی مصنوعی ٹرف سے تیار کیا جا رہا ہے۔ والی بال کورٹ پہلے ہی مکمل ہو چکی ہے اور معیاری انفراسٹرکچر کو بڑھانے پر کام جاری ہے جس میں 10 میٹر شوٹنگ رینج اور ملٹی پرپز ہال بھی شامل ہیں۔ کرکٹ میں بھی ہم نے بین االقوامی سطح کی پچ اور فیلڈ ت یار کی ہے جو جموں وکشمیر کے بہترین کرکٹ گراؤنڈز میں سے ایک ہے۔

سوال۔ یونیورسٹی کیمپس میں اس وقت کتنے کھیل دستیاب ہیں؟

،جے یو کیمپس میں اس وقت بہت سے انڈور اور آؤٹ ڈور کھیل دستیاب ہیں۔ ان میں کرکٹ، فٹ بال، ہینڈ بال، باسکٹ بال، بیڈمنٹن یوگا، باکسنگ، ووشو، والی بال، کبڈی، کھو کھو، ٹیبل ٹینس، شطرنج، ک یرم، فی نسنگ، تائیکوانڈو وغیرہ شامل ہیں۔ اب جموں یونیورسٹی نہ صرف اپنے طلباء کے لیے کھیلوں کے میدان میں کام کر رہی ہے بلکہ سول سوسائٹی اور سکولوں میں پڑھنے والے بیرونی طلباء پر بھی توجہ دے رہی ہے۔ ہم نے ”پے اینڈ پلے“ کلچر متعارف کرایا ہے جس میں بچوں کا مختلف کھیلوں کی اکیڈمیوں میں داخلہ ہو رہا ہے۔ اس کے تحت ہم کچھ فیس لیتے ہیں اور اس کے بدلے میں بچوں کو بنیادی سہولیات، انفراسٹرکچر اور کوچنگ بھی فراہم کرتے ہیں۔ ڈائریکٹوریٹ کا مقصد جے یو کو آنے والے سالوں میں کم از کم 18 سے 20 سپورٹس اکیڈمیاں چالنا ہے جن میں سے فی الحال 6 سے 7 اکیڈمیاں کامیابی سے چل رہی ہیں۔

سوال۔ آپ کی نظر میں نئی تعلیمی پالیسی 2020 میں کھیلوں کی کیا اہمیت ہے؟ اور کھیل اور جسمانی تعلیم پر اس کی توجہ کیا ہے؟

نئی تعلیمی پالیسی 2020 کے ذریعے بچوں کی ہمہ گیر نشوونما کے لیے کھیلوں کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ میری نظر میں نئی تعلیمی پالیسی کے آنے سے کھیلوں کے میدان میں زبردست انقالب آیا ہے۔ جہاں پہلے کھیل صرف غیر نصابی سرگرمیوں کا حصہ تھے اب وہ نصاب کا حصہ ہیں۔ اب سپورٹس اور فزیکل ایجوکیشن اختیاری مضمون نہیں بلکہ ہر سکول اور کالج میں الزمی مضمون ہے جس کی بدولت آنے والی نسلیں کھیلوں کے بارے میں مکمل طور پر تعلیم یافتہ اور آگاہ ہوں گی اور انہیں اس میں اسے مزی د مضبوط کرے گا۔ NEP کیریئر کے مواقع بھی میسر ہوں گے۔ کھیلوں کی ترقی ایک مسلسل عمل ہے۔

سوال۔ محکمہ کو درپیش چیلنجز کیا ہیں اور محکمہ ان پر کیسے قابو پانے کی کوشش کر رہا ہے؟

اس وقت نظامت کو درپیش پہال بڑا چیلنج انسانی وسائل کی کمی ہے جس پر قابو پانے کے لیے ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے جموں یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر سے پوچھا۔ امیش رائے جی سے بھی درخواست کی گئی ہے اور وہ بھی اس میں اپنی پوری دلچسپی دکھا رہے ہیں۔ دوسرا بڑا چیلنج سپورٹس پالیسی کا نہ ہونا ہے لیکن اب ہمارے پاس اپنی پہلی سپورٹس پالیسی ہے جسے محکمہ کے حکام نے دو سال گزارنے کے بعد تیار کیا ہے اور اس پر اس تعلیمی سیشن سے عملدرآمد ی معیار کے اساتذہ اور ٹرینرز کی ضرورت ہے۔ اس کے کر دیا جائے گا۔ محکمہ کو قومی معیار کے مطابق ہونے کے لی ے اعل لیے ہم مسلسل میٹنگز کر رہے ہیں اور امکان ہے کہ جلد ہی ہمارے پاس مزید 3 کوچز ہوں گے جن کی فنانس کمیٹی نے منظوری دے دی ہے۔ ڈائریکٹوریٹ اپنے جوش، اعتماد اور مربوط کوششوں سے ترقی کی جانب گامزن ہے

ڈاکٹر داؤد اقبال بابا، ڈائریکٹر، ڈائری کٹوریٹ آف سپورٹس اینڈ فزیکل ایجوکیشن، جموں یونیورسٹی

ڈاکٹر اختر حسین آخون (اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج ڈوڈہ) کے ساتھ جموں یونیورسٹی کے متعلق ایک خصوصی گفتگو

ادریس احمد فلاحی

۔۔آپ کا تعارف اور آپ کا مسکن بتائیے؟

میرا نام ڈاکٹر اختر حسین آخون، والد کا نام مرحوم غلام مصطفی آخون ہے میں ادھیانپور ڈوڈہ کا رہنے والا ہوں۔۔۔جمو یونیورسٹی میں داخلہ لینے کا موقع کب ملا؟ یہ سال 2002 کی بات ہے جب مجھے جموں یونیورسٹی کے گلیاروں میں اپنے آپ کو ضم کرنے کا موقع ملا۔عرصہ 2002 سے 2004 کے وقفہ تک میں مسلسل ایم۔اے کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔اور خوش قسمتی سے مجھے شعبہ اردو میں داخلہ لینے کا شرف حاصل ہوا کیونکہ یہ میری زندگی کی چاہت بھی تھی اور تمنا بھی تو اللہ نے اس تمنا کو پورا کیا کہ مجھے شعبہ اردو میں داخلہ ملا۔۔۔جموں یونیورسٹی کے اندر گزارے وقت کے حوالے سے چند اہم باتوں کا تذکرہ کیجیے؟ عرصہ 2002 سے 2004 تک مختلف اساتذہ سے تعلیم و تربیت پانے کا موقع ملا۔جن میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض احمد صاحب، ڈاکٹر شہاب عنایت ملک صاحب، مرحوم پروفیسر ظہور الدین صاحب، پروفیسر ہمراز صدیقی صاحبہ اور ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب، یہ قد آور شخصیات تب شعبہ اردو میں تعلیمی فرائض انجام دے رہے تھے۔ان ہی اساتذہ کی صحبت اور سائے میں ہمیں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔جن کی اکثر یہ چاہت تھی کہ ہمارے ادارے اور خصوصا شعبے سے ایسے طلبہ نکلیں، جو امن، محبت، انسان دوستی کی فضا کو برقرار رکھیں اور ادب کے ساتھ ساتھ سماج کا بھی خاص خیال رکھیں، کیونکہ ادب کی لیبٹری سماج ہے سماج میں جو نظریات اور احساسات پنپتے ہیں وہی ادب کا حصہ بنتے ہیں ۔تو ان احساسات جذبات اور رویوں کو سمجھنے کا بڑا خوبصورت موقع ہمیں ملا۔ان سب اساتذہ کے سائے میں جو کچھ ہم نے سیکھا سمجھا پڑھا تعلیم و تربیت حاصل کی اسے ہو بہو اپنے طلبہ تک پہنچانے کا کام کر رہے ہیں۔جموں یونیورسٹی نے آپ کو کیا دیا؟ یوں کہیے کہ اللہ کے فضل سے آج جو کچھ بھی ہوں اس میں جموں یونیورسٹی نے ہی سب کچھ دیا ہے میں بہر حال اسسٹنٹ پروفیسر اردو کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں اور یہ شعبہ اردو کی ہی ہی دین ہے، اور یہ ان اساتذہ کی محبتوں کا صدقہ ہے، اور میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ اللہ کے فضل سے ایم۔اے اردو میں میری پوزیشن فہرست میں اول نمبر پر رہی جس کے نتیجے میں مجھے دو گولڈ میڈل جن میں ایک جموں یونیورسٹی سے اور دوسرا بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی کی طرف سے اس وقت کے گورنر جناب (ایس کے سنا) کے ہاتھوں دیا گیا۔

جموں یونیورسٹی سے رخصتی کے بعد مزید تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جموں یونیورسٹی سے میں نے رخصتی نہیں لی جب تک کہ میں نے اپنی تعلیم مکمل نہ کی۔۔میری پی۔ایچ ڈی کا سفر ڈاکٹر پروفیسر محمد ریاض احمد صاحب کی سرپرستی اور نگرانی میں طے پایا، جنہیں میں اپنا (مربی , مشفق , اور رفیق مانتا ہوں)۔ان کی نگرانی میں پی۔ایچ ڈی کا جو مقالہ میں نے لکھا اردو فکشن کے نامور افسانہ نگار شوکت صدیقی پر تحقیق کے بعد اپنا مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کو تکمیل تک پہنچایا، بعد ازاں 2017 میں بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر تعیینات ہوا اور ابھی تک گورنمنٹ ڈگری کالج ڈوڈہ میں اسی شعبے کے اندر اپنے فرائض کی انجام دہی دے رہا ہوں۔شعر و شاعری کرتے بھی آپ اسٹیجوں پہ دکھائی دیتے ہیں، کیا یہ آپ کی خود ساختہ شاعری ہوتی ہے؟ یوں تو میں شعر و شاعری خود نہیں کرتا، البتہ چھوٹے چھوٹے افسانچہ لکھتا ہوں، جنہیں اخبارات نے شائع بھی کیا لیکن شاعری سے اس حوالے سے رغبت ہے کہ مجھے خود ساختہ گرچہ نہیں آتی لیکن مختلف شعراء کے سینکڑوں اشعار جلدی اللہ کے فضل سے یاد ہو جاتے ہیں اور پھر میں اپنے کلام میں بات سے زیادہ شاعری میں ہی جواب بھی دیتا ہوں، شاعری میرا ذوق و شوق ہے لیکن خود ساختہ اشعار کی جانب کبھی زیادہ راغب نہ ہو سکا۔یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے حوالے سے کچھ ایسی باتیں بتائیے، جنہیں آپ ہمیشہ یاد کرتے ہیں؟ دیکھیے جب پہلے سمسٹر میں بچہ داخلہ لیتا ہے تو نئی فضا ہوتی ہے یونیورسٹی کی۔ہم ایک مخصوص ماحول سے نکل کر ایک آزاد فضا میں گئے تھے یونیورسٹی جسے میں اکثر" دانش گاہ" سے پکارتا ہوں چونکہ وہاں کی ذہانت مختلف ہے، وہاں کی آزاد فضا ہے، وہاں کی دیواریں، وہاں کے وہ چھاؤں، وہاں کے وہ پیڑ پودے، وہ بھی باتیں کرتے ہیں۔مان لیجئے آپ یونیورسٹی کی کلاس میں حاضر نہیں ہوتے اور آپ کسی درخت کی چھاؤں میں ہی بیٹھیں گے تو وہ درخت کی چھاؤں بھی آپ کے لیے اپنے آپ میں ایک مکتب بن جاتا ہے۔آپ سینکڑوں ہزاروں لوگوں کے ساتھ ملتے ہیں، ان کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کا تبادلہ کرتے ہیں، آپ کو تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملتا ہے اور زندگی میں آپ کو کچھ لوگ ایسے مل جاتے ہیں، جن کی باتیں آپ کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ سی بن جاتی ہیں، تو ہمارے بیچ میں بھی اور میرے بھی کچھ خاص ایسے دوست رہے ہیں اس حوالے سے جن کے ساتھ بڑی خوبصورت یادیں رہی ہیں، تو آج بھی جب خاص کر کسی چیز کا مزہ لینا چاہتے ہیں ماضی کا تو ان چیزوں کو یاد کر کے لطف اندوز ہوتے ہیں، خاص کر یونیورسٹی اور ہاسٹل کے وہ لمحات جو پوری زندگی میں اثر انداز ہوتے ہیں میری زندگی پر بھی ان چیزوں کا بہت اثر رہا، کیونکہ یہ ایم۔اے کے دو سال ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر انسان کی پرسنلٹی ڈیوپلیمنٹ اور رویوں پر پڑتا ہے۔

یونیورسٹی کے ساتھ آپ کا ناطہ صرف پڑھائی کے وقفے تک ہی محدود رہا ہے کہ اس کے بعد بھی؟

دیکھیے یونیورسٹی کے بارے میں اگر بتاؤں تو یہ ایک لڑکی کے مائیکہ کی طرح ہوتا ہے جسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا، اور اسے بھلانا کم ظرفی کی علامت ہے، اور صرف یونیورسٹی کی بات نہیں بلکہ جس بھی ادارے سے ایک بچے نے تعلیم و تربیت حاصل کی ہو وہ اس کو کبھی نہ بھلائے، کیونکہ ایک بچے کا ایڈریس ہی وہ ادارہ بن جاتا ہے۔تو میں آج بھی جموں یونیورسٹی کے اساتذہ سے جڑا ہوں، کبھی بھی کسی بھی طریقے کی رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے تو میں وہاں کے اساتذہ سے رابطہ کر لیتا ہوں یہاں تک کہ میں طلبہ قدیم کی ونگ سے بھی جڑا ہوں، جب کبھی بھی کوئی میٹنگ ہوتی ہے یہاں تک کہ کانفرنس (ملکی یا بین الاقوامی)، سیمینار ہوتے ہیں یا مشاعرے ہوتے ہیں تو آج بھی مجھے شعبہ اردو کے منتظمین پروگرام کی افتتاحی تقریب میں نظامت کے لیے بلاتے ہیں، میں ان کا بہت شکر گزار ہوں۔

من جملہ طور پر جموں یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کے لیے آپ کا کوئی پیغام؟

اردو زبان کے حوالے سے بچوں کے اندر ایک مایوسی بھی میں دیکھ رہا ہوں اس لیے دیکھ رہا ہوں کہ ان کو لگتا ہے کہ ہمارا فیوچر سیکیور نہیں۔اس ضمن میں مجھے فراق گورکھپوری کا قول یاد آتا ہے کہ" اردو اس لیے بھی پڑھو کہ افسر بننے کے بعد افسر دکھائی دو" میں بچوں کو کالج میں بھی کہتا ہوں کہ آپ ادب پڑھ رہے ہو , آپ ادب کو نہیں آپ زندگی کو پڑھ رہے ہو, آپ کا مستقبل صرف اردو تک محدود نہیں ہے جہاں اور بھی ہیں آسماں اور بھی ہیں- اللہ تعالی نے ہو سکتا ہے آپ کو کسی ایسے شعبے کی خدمت نہیں بلکہ ایسے ڈیپارٹمنٹ میں، ایسی جگہ ملازمتیں یا ایسا کاروبار رکھا ہو جہاں آپ کی ضرورت ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو بچہ ایم۔اے میں پڑھ رہا ہے وہ لیکچرر ہی بنے گا، وہ پروفیسر ہی بنے گا، نئی منزلیں اور بھی ہیں راستے اور بھی ہیں، نئی منزلوں کی تلاش ہونی چاہیے آج J۔KAS میں اگر آپ اردو کو لیتے ہیں (جو بچے پڑھنے والے ہیں) اچھا سکور کرتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہیں۔ یہاں مجھے وہ افلاطون کا قصہ یاد آیا جس میں کہ 'وہ ایک شخص افلاطون کے پاس بڑا سوٹ بوٹ پہن کے آیا تو اس نے اس کو کہا کہ آپ تھوڑا کلام کریے تا کہ آپ کی شخصیت کو پہچانا جائے تو یہ جو ادب ہے یہ آپ کو کلام کرنا سکھاتا ہے، یہ آپ کو بات کرنا سکھاتا، تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کو کلام کرنا آجاتا ہے بات کرنا آجاتا ہے تو آپ کی آدھی روزی اسی کلام اور فصاحت یا بات کرنے کے اندر لکھی ہوتی ہے۔آپ کی سلامتی آپ کی عافیت بات کرنے میں ہی پوشیدہ ہوتی ہے۔ تو ادب یہ تمام چیزیں سکھاتا ہے کہ آپ کو زندگی کیسے گزارنی ہے۔لہذا اس کے ساتھ جڑے رہیے۔

(بقیہ 1) میں قائم کیا گیا یہ کمیونٹی ریڈیو جموں و کشمیر کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا ریڈیو ہے۔ یہ سماجی مسائل اور کمیونٹی کی ترقی پر مبنی پروگراموں کے ذریعے سول سوسائٹی کے ساتھ قریبی روابط قائم کرے گا۔طلباء ریڈیو سٹیشن دھوانی میں ریڈیو جاکی، مواد تخلیق کار کے طور پر کام کریں گے۔

(بقیہ 2) چالئے قید کر سکتے تھے۔ چونکہ انگریزوں نے 13 اپریل 1919 کو بغاوت کرتے ہوئے دو لیڈروں ستیہ پال اور سیف الدین کچلو کو قید کر دیا تھا، امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہوئی۔اچانک برطانوی بریگیڈیئر جنرل ریجنالڈ ڈائر 90 برطانوی فوجیوں کے ساتھ وہاں پہنچے اور نہتے لوگوں پر فائرنگ شروع کر دی۔اس واقعہ میں کم از کم 1000 افراد ہلاک اور 2000 سے زائد زخمی ہوئے۔ ناراض مہاتما گاندھی نے عدم تعاون کی تحریک شروع کی۔ ہندوستانیوں کی ایک بڑی تعداد نے اس کی حمایت کی۔نوجوان بھی اس میں شامل ہوئے لیکن 22 4 بافروری 1922 کو گورکھپور میں ایک پرتشدد واقعہ گورکھپور یوپی کے چوری چورا کے تھانے میں پیش آیا۔اور تقری برطانوی پولیس اہلکار مارے گئے۔ افسوس کی بات ہے کہ گاندھی جی نے تحریک کو معطل کر دیا۔ چونکہ مہاتما گاندھی نے کسی سینئر لیڈر سے مشورہ نہیں کیا، اس لیے مظاہرین گاندھی جی کے خود فیصلہ سے بہت ناراض تھے۔دھنونتری کو بھی اس کے- پیچھے کی منطق سمجھ نہیں آئی۔اس نے ڈی اے وی کالج میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور نیشنل کالج الہور کے پرجوش طلباء سکھ دیو تھاپر اور بھگت سنگھ سے وابستہ ہو گئے۔وہ بھگت سنگھ کے نظریے سے بہت متاثر تھے جو باکونین، کارل مارکس والدیمیر لینن (روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک (کے بانی (اور روسی انقلابی ٹراٹسکی کے سخت پیروکار تھے۔دھنونتری نے الہور میں ایک کیمسٹ کی دکان شروع کی جہاں تمام نوجوانوں نے مالقاتیں کیں۔ برطانوی پولیس نے اس پر شک کیا لیکن دھنونتری نے بالکل اپنے جیسے کپڑے پہنے ایک آدمی کو مالزمت پر رکھا تا کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے کہ دکان کا مالک اس کی سیٹ پر نہیں ہے۔ ہندوستان ریپبلکن ایسوسی ایشن کا قیام 3 اکتوبر 1924 کو انقالبیوں نے کانپور میں کیا تھا۔ یہ سچندر ناتھ سانیال اور رام پرساد بسمل کی اجتماعی کوشش تھی۔ 1926 میں بھگت سنگھ بھگوتی چرن ووہرا نے نوجوان بھارت سبھا بنائی۔دھنونتری نے بھی اس تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔اپریل 1928 کو سائمن کمیشن 1919 کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے ذریعہ قائم کردہ ہندوستانی آئین کے کام کے بارے میں 3 رپورٹ کرنے کے لئے ہندوستان روانہ ہوا، لیکن اس میں صرف برطانوی ممبران شامل تھے اور کوئی ہندوستانی نہیں تھا۔اس کمیشن کی ہندوستانی عوام نے مخالفت کی۔الہور میں یہ تحریک اللہ الجپت رائے کی قیادت میں چل رہی تھی جسے انگریزوں نے الٹھیوں سے پیٹا۔دھنونتری اس ظلم کو نہ دیکھ سکی۔وہ آکر اللہ جی کے سامنے کھڑا ہو گیا اور انہیں بھی بہت مارا گیا۔ اللہ جی کو 18 دن بعد دل کا دورہ پڑا اور وہ انتقال کر گئے۔دھنونتری نے بھگت سنگھ اور دوسرے انقالبیوں کو مشورہ دیا کہ وہ اللہ الجپت رائے کی موت کا بدلہ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس جیمز سکاٹ کو قتل کر کے لیں جن کے حکم پر اللہ جی کو مارا پیٹا گیا تھا۔پھر میں تبدیل کر دیا گیا لی کن غلطی سے (H S R A (ہندوستان ریپبلکن ایسوسی ایشن کو ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن ایسوسی ایشن جیمز سکاٹ کی جگہ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس جان سانڈرز کو قتل کر دیا گیا۔بھگت سنگھ نے اعالن کیا'' آج دنیا نے دیکھا ہے کہ ہندوستان کے لوگ بے جان نہیں ہیں۔'' ایک بار پھر بھگت سنگھ اور بٹوکیشور دت نے ٹریڈ ڈسپیوٹ ایکٹ اور پبلک سیفٹی بل کے خالف سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی، دہلی پر بم پھینکا اور خود کو برطانوی پولیس کے سامنے ہتھیار ڈال دیا۔دھنونتری اور دوسرے ساتھیوں نے جیل سے ان کی رہائی کا بندوبست کرنا شروع کر دیا۔انہوں نے بھگت سنگھ کی 70 ہزار تصاویر چھاپ کر ملک کے مختلف مقامات پر تقسیم کیں۔اس نے دیواروں پر پوسٹر بھی چسپاں کئے۔انقالبیوں نے ہمالین ٹوائلٹس کے نام سے ایک خفیہ بم فیکٹری کھولی جہاں انہوں نے پکرک ایسڈ کاربولک ایسڈ، سلفیورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ اور پوٹاشیم سائینائیڈ سے بم بنائے۔بھگوتی چرن ووہراجی اور یشپال نے الرڈ ارون کو لے جانے والی ٹرین کو بم سے اڑانے کا منصوبہ بنایا لیکن چندر شیکھر آزاد اس کے حق میں نہیں تھے۔منصوبہ ناکام ہو گیا کیونکہ الرڈ ارون اور ان کی اہلیہ نے دوپہر کے کھانے کے لیے کمپارٹمنٹ منتقل کر دیا تھا۔آزاد نے یشپال کو ڈانٹا جس نے لنگڑے بہانے بتائے۔اگال مرحلہ بھگت سنگھ اور دیگر کو مسلح ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہوئے رہا کرنا تھا لیکن غلط معلومات کی وجہ سے یہ بھی ناکام ہو گیا۔اسی دوران بھگوتی چرن ووہرا کی بم ٹیسٹ کے دوران موت ہو گئی۔ چندر شیکھر آزاد نے یشپال پر انگریزوں کا مخبر ہونے کا شبہ کیا کیونکہ وہ تمام منصوبے ناکام ہو گئے جن میں وہ ایک ساتھی تھا۔دھنونتری کو یشپال کو قتل کرنے کے لیے الہور بھیجا گیا جہاں وہ نظر آئے گا۔یشپال اپنے ساتھ پرکاشو دیوی، پکرک ایسڈ اور ایک ریوالور لے کر گیا تھا۔جب دھنونتری الہور پہنچی تو یشپال پہلے ہی پنجاب کے انقالبیوں کی حمایت حاصل کر چکے تھے اس نے دھنونتری کو بتایا کہ اس کا کوئی خراب ارادہ نہیں ہے اور وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے تیار ہے۔ دھنونتری نے صورت حال کو سمجھا اور یشپال کو مارے بغیر واپس آ گئی۔دھنونتری کو کئی بار پکڑا گیا لیکن ثبوتوں کی کمی کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ حکومت پنجاب، جیفری ڈی مونٹمورنسی ہندوستانیوں پر تشدد کر رہی تھی اور دھنونتری اسے مارنے کے لیے بہت بے چین تھی۔ 23 دسمبر 1930 کو پنجاب یونیورسٹی کو مدعو کیا گیا۔دھنونتری نے ہری کشن تلوار کے ساتھ مل کر اسے مارنے کا Montmorency کے کانووکیشن کے موقع پر منصوبہ بنایا لیکن افسوس اس وقت ہوا جب ہری کشن تلوار مونٹمورنسی کو گولی مارنے کے لیے کرسی پر کھڑے ہوئے، ناہموار سطح کی وجہ سے کرسی جھک گئی اور نشانہ چھوٹ گیا۔مونٹمورنسی کا سب انسپکٹر ہری کشن کی طرف بھاگا لیکن اس پر بھی گولیاں چالئی گئیں۔میو ہسپتال میں اسے مردہ قرار دے دیا گیا۔سب انسپکٹر وردھمان اور ایک برطانوی خاتون ڈاکٹر میڈر موبھی زخمی ہوئے۔ ہری کشن نے بعد میں خود کو سپرد کر دیا۔ان پر تشدد کیا گیا اور 26 جنوری 1931 کو انہیں موت کی سزا سنائی گئی۔جیل میں بھگت سنگھ نے روسی ادب کا بہت مطالعہ کیا اور پرتھوی سنگھ کی خواہش کی کہ وہ روس جائیں اور خود کو روسی ادب اور انقالب کے روسی نظریے سے ماالمال کریں۔ پرتھوی سنگھ کو تالش کرنے کا بھاری کام دھنونتری کے کندھوں پر تھا اور اس نے اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔جب بھگت سنگھ، سکھ دیو اور راج گرو کو سزائے موت کا اعالن کیا گیا تو وہ گاندھی جی کے پاس انگریزوں سے سزائے موت روکنے کی اپیل کرنے گئے۔انہیں 23 مارچ 1931 کو موت کی سزا سنائی گئی۔دھنونتری نے پنجاب حکومت کے چیف سیکرٹری کو قتل کرنے کے لیے جیل سے سشیال دیدی کو خط لکھا۔سرہنری کریک جوان کے خیال میں عظیم انقالبیوں کو سزائے موت دینے کا اصل مجرم تھا۔ سشیال دیدی کو سکھ دیو راج اور جگدیش چندر رائے لیوس، دھنونتری کو تعزیرات E.S. کی مدد ملی لیکن وہ دونوں ایونٹ میں پکڑے گئے۔ مجسٹریٹ اول کالس، دہلی کی عدالت میں کے تحت دس سال قید کی سزا سنائی گئی جسے بعد میں سات سال تک F- ہند کی دفعہ 307 اور آرمز ایکٹ 1878 کے سیکشن 19 کم کر دیا گیا۔دھنونتری کو ڈسٹرکٹ جیل دہلی بھیج دیا گیا۔اسے قیدی نمبر 5055، بی کالس، خطرناک دہشت گرد کہا گیا۔ 12 اکتوبر 1934 کو اسے سیلولر جیل، پورٹ بلیئر، انڈمان اور نکوبار بھیجنے کی سازشیں ہوئیں، دھنونتری اور ہربندھو جمعدار کو سیلولر جنے، پورٹ بلیئر بھیج دیا گیا۔وہاں دو بھوک ہڑتالیں ہو چکی تھیں اور وہاں کے حاالت زندگی میں کچھ بہتری آئی تھی لیکن جیل ہی جیل تھی۔کچے فرش اور مرطوب ماحول کے ساتھ کمپارٹمنٹ بہت گنجان تھے۔ہر طرف مچھر اور بچھو تھے۔تاہم دھنونتری نے دوسرے انقالبیوں کے ساتھ کارل مارک اور لینن کے بارے میں بہت کچھ پڑھا۔کے ادارتی بورڈ کے رکن بھی تھے جس میں مارکسزم اور قوم پرستی پر مضامین شائع ہوتے 'وہ ایک مخطوطہ مقالئے دی کال تھے۔یکم جوالئی 1937 کو انقالبیوں نے ایک بار پھر بھوک ہڑتال شروع کی۔انگریز زبردستی کھانا کھالتے تھے۔مہاتما گاندھی اور رابندر ناتھ ٹیگور نے سیلولر جیل کے قیدیوں کی رہائی کے لیے الرڈ لنلتھگو کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔اس لیے انہوں نے بھیم سین مہے نے حکومت کو ایک خط لکھا۔Pt قیدیوں سے بھوک ہڑتال ختم کرنے کی اپیل کی۔دھنونتری کو رہا کر دیا گیا۔جموں و کشمیر کے 22 فروری 1939 کو دھنونتری سے جموں و کشمیر ریاست میں داخل ہونے پر پابندی ہٹانے کے لئے کیونکہ وہ اب دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہے۔دھنونتری کو بغیر کسی مقدمے کے دوبارہ جیل بھیج دیا گیا۔اس کے بعد انہیں 1946 میں رہا کر دیا گیا۔اب اس نے خود کو ٹریڈ یونین اور کسان سبھا تحریکوں میں شامل کر لیا۔انہوں نے پی بھی''سی کے ساتھ جوشی نے فرقہ واریت کے نام پر خونریزی کے مضر اثرات پر ایک کتاب'' خون بہہ رہا ہے پنجاب وارنز لکھی۔انہوں نے کہا کہ'' سانحہ پنجاب'' پورے ہندوستان کے لیے ایک بحران ہے۔ یہ ہمارے وجود اور ہماری سرزمین میں جمہوریت کے مستقبل کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔دھنونتری نومبر 1947 میں اپنی جائے پیدائش جموں آئی تھی لیکن بہت کمزور اور کمزور تھی۔اس کا نظام انہضام ٹھیک حالت میں نہیں تھا، لیکن اس نے اپنی روح نہیں کھوئی۔ انہوں نے جموں میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی اکائی شروع کی۔بہت سے لیڈران، عام لوگ ان سے مشورہ کرنے کے لیے ان کی کالی جانی رہائش گاہ پر گئے۔اس نے رضا کار تیار کی ہے اور عوام کی فوج بنائی۔غریبوں کو زمینیں االٹ کی گئیں اور قرضوں سے چھوٹ دی گئی۔دکانیں کھولنے اور بند کرنے کا وقت مقرر تھا۔چھٹی کا اعالن کر دیا گیا۔لیبر کورٹس بنائی گئیں۔ دھنونتری کو ثقافت اور ادب میں بھی دلچسپی تھی۔انہوں نے ڈوگرہ زبان کے تحفظ پر زور دیا اور باوا جیتو کی زندگی پر اسٹیج ڈرامے لکھنے کا مشورہ بھی دیا۔دھنونتری کی گہری سمجھ، پہلے ہاتھ کا تجربہ اور مشورہ بہت قیمتی تھا۔جموں میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی پہلی میٹنگ جموں کے پرانی منڈی میں ہوئی اور اس میٹنگ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوئے۔1953 میں دھنونتری بیمار ہو گئے لیکن پارٹی کے حکم پر وہ کشمیر چلے گئے۔وہ اس وقت کے وزیر خزانہ گردھاری الل ڈوگرہ کے گھر ٹھہرے لیکن ان کی طبیعت بگڑ گئی اور انہیں 13 جوالئی 1953 کو ہوائی جہاز کے ذریعے جموں منتقل کر دیا گیا۔جموں و کشمیر کے واحد آزادی پسند جنگجو 70 سال گزر چکے ہیں لیکن ایک بڑا نمبر۔لوگ دھنونتری کا نام نہیں باد دھنونتری 51 سال کی عمر میں اپنا ٹھکانہ چھوڑ گئے۔تقری جانتے۔جموں یونیورسٹی کی الئبریری کو دھنونتری الئبریری کا نام دیا گیا ہے اور پارک، تریکوٹہ نگر، جموں میں دھنونتری کا مجسمہ بنایا گیا ہے لیکن کیا یہ ایک ایسی عظیم شخصیت کی یاد میں کافی ہے جس نے اپنی پوری زندگی قوم کے لیے وقف کر دی'' تھی اور جس میں اپنے ساتھیوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا : '' جو کام کوئی نہیں کر سکتا، وہ دھنونتری آسانی سے کر لیتا ہے۔

شیکارہ بوٹ : کشمیر کے رومانیت کے ساتھ ایک خوبصورت تجربہ

شہناز چوہدری

شیکارہ بوٹ ایک خوبصورت اور پرانی بوٹ ہے جو کشمیر میں تعمیر کی جاتی ہے۔ یہ بوٹ کشمیر کی خوبصورت دریاؤں اور سیاحت، ماہیگیری اور دیگر مثال جھیلوں کی مشہور تفریحی بوٹ ہے۔ شی کارہ بوٹ کو مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، تفریحی ممکنات۔ شیکارہ بوٹ کا نام" شیکارہ" یا" شکار کرنے واال" سے ماخوذ ہوا ہے۔ اسکی تاریخ بہت قدیم ہے اور یہ بوٹ کشمیر کے رہنے والے لوگوں کی زندگی کا حصہ بن چکی ہے۔ شیکارہ بوٹوں کو معمولی پتھروں، لکڑی اور بم کے استعمال سے تیار کیا جاتا ہے۔ شیکارہ بوٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پانی میں آسانی سے حرکت کر سکتی ہے اور اسکو چھوٹے آبادیوں میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ بوٹ لمبائی میں مختلف سائزوں میں دستیاب ہوتی ہے، جہاں کچھ بوٹ بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور دوسرے بوٹ بہت بڑے ہوتے ہیں۔ یہ بوٹ ماہیگیری کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے، اور کچھ لوگ اسے صرف سیاحت کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ شیکارہ بوٹ کی خوبصورتی اور مستقل حرکت نے اسے کشمیر کی تشہیر کیا ہے۔ اسکی خاص بناوٹ اور مکمل کاروباری طور پر استعمال کی جانے والی بوتوں کے لئے، شیکارہ بوٹ کو کشمیر کا اہم ترین نمود تصور کیا جاتا ہے۔ آج کل، شیکارہ بوٹ کو سیاحتی مقاصد کے لئے کشمیر میں کافی تعداد میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بوٹ کشمیر کی تجارتی اور سیاحتی صنعت کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اسکا ایک خاص مقام ہے۔ مجموعی طور پر، شیکارہ بوٹ ایک مشہور اور پسندی دہ بوٹ ہے جسکی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اسکی صورت نگاری اس بوٹ کے مقام کو مزید بڑھا سکت ی ہے اور لوگوں کو اس کے بارے میں مزید جاننے کا موقع فراہم کر سکتی ہے

"شکارہ بوٹ کی سیرت پر شام کا خوبصورت منظر۔"

کتاب، ایک خاص موضوع؟

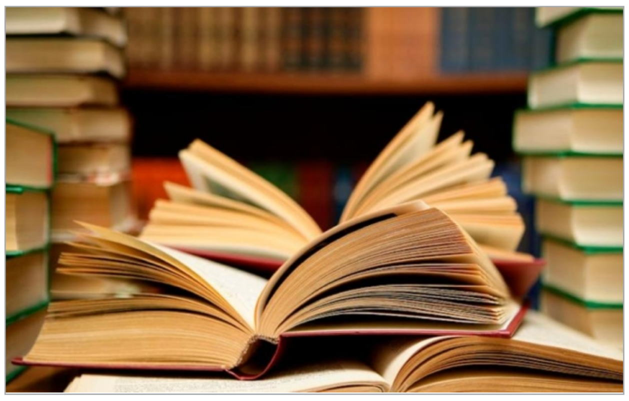

اشتیاق احمد

لفظ کتاب سن کر دل کو بڑا سکوں حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے کے یہ دنیا کتاب ہی کی بادولت چل رہی ہے۔ بغیر کتاب کے انسان کچھ نہیں حاصل کر سکتا۔ اس لیے کس نے کیا خوب کہا ہے کہ البیری کو بھی ادارے کی روح مانا جاتا ہے بغی رابی ری کے کوئی بھی ادارہ نہیں چل سکتا لیکن موجود دور کے حالت کو دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کی انسان کتاب سے دور ہوتا جا رہا ہے اگر چاہے انٹرنیٹ کا دور ہے ہر طرح کا علم انسان نیٹ سے حاصل کرتا ہے دوسری طرف اس نیت کی وجہ سے انسان کتاب سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ میرے لی ے دنیا میں سب سے زیادہ کوئی چیز عزیز ہے تو وہ کتاب ہے جس سے مجھے سکون حاصل ہوتا ہے اور کتاب کے اندر ہر طرح کا سکون ہے۔ کتاب چاہے کوئی بھی ہو چاہے وہ دنیاوی ہو یا پھر مزہبی کتاب ہو۔ کتاب انسان کو جینے کا ہنر سکھاتی ہے کتاب انسان کا لباس ہے دنیا میں ہر طرح کی ترقی کتاب سے ہی ہوہی ہے اج ہمارے ملک ہندوستان نے چاند پر قدم دکھا وہ بھی کتاب کی مدد سے۔ اس لیے ہم نوجوان کو چاہیے کہ کتاب سے اپنا رشتہ بنائے دکھے تا کہ انے والی نسلوں کا بھی کتاب سے رشتہ بنا رہے۔

سات جھیلوں کی وادی: ایک قدرتی شان

ماویش اینڈلیب

بیضوی شکل کی سات سار (سات جھیلیں)، جو پیر پنجال رینج کی پونچ شاپین سرحد پر واقع ہے، جو ضلعی ہیڈ کوارٹر سے 70 کلومیٹر دور ہے۔ 3500 میٹر کی اونچائی پر واقع ہیں۔ ان میں نندن سار، گم،) سار (پوشیدہ جھیل)، کلدچنی سار (سیاہ پانی کی جھیل)، سکھ سار (خشک جھیل)، نیل سار (نیلی جھیل کتوری سار (باؤل جھیل) اور کتنان یا ساروت سار (بالک جھیل) شامل ہیں۔ جھیلوں کی خوبصورتی، آس پاس کی چوٹیوں کی شاندار اونچائی، چارونطرف بارہماسی گلیشیر، سرسبز و شاداب چراگاہیں تھوڑی نیچے کی طرف جھیلوں پر اور اس کے آس پاس پرندوں کی بڑبڑاہٹ، گانے والے چرواہوں کیگونجتی آواز مطلق سکون، روحانی عکاسی کے مواقع کی پیش کش کرنے والے وسیع غیر آباد مقامات، آہستہ آہستہ چلنے واال صاف پانی اور بھیڑوں کے ریوڑ اس منظر کو ایک حتمی خوبصورتی ایک و زیٹر ہمیشہ بار بار یہاں واپس آنا چاہتا ہے۔ لیکن بنیادی انفراسٹرکچر کی عدم دستیابی جیسے رات کے قیام کی سہولت اور انتہائی موسم کی وجہ سے مناسب مدت تک وہاں رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ موسم کی غیر متوقع صالحیت اور تیز رفتار رات کی ہوا جھیل کے عالقے کے قریب خیمہ پھینکنا مشکل بناتی ہے۔ رات کے قیام کے لئے کسی کو جھیلوں کے عالقے کے دونوں اطراف سے نیچے کی طرف ایک لمبی دوری منتقلکرنا پڑ تی ہے۔ پونچ کی طرف تین گھنٹے سے زیادہ سفر کے فاصلے پر مقامیڈھوکاڈھانچہ کا عالقہ۔ وہ رات کے قیام کے لئے واحد جگہ کے بعد. ایک خیمہصرف ہواؤں اور جنگلی جانوروں سے حفاظتکی وجوہات کی بناء پر قریب ہیڈھوکاڈھانچہ لگایا جاسکتا ہے۔ ، ان جھیلوں تک پہنچنے کے لیے چار روایتی راستے اختیار کیے جاسکتے ہیں ایک پیر کی گلی سے نندن سار روٹ۔ جھیلوں تک پہنچنے کا یہ سب سے آسان راستہ ہے۔ اس میں دو گھنٹے کی پیدل سفر شامل ہے۔ نندن سار پہلی جھیلہے جو اس راستے پر چلتے ہوئے پہنچتی ہے۔ یہ راستہ مجمو عی طور پر، ایکسادہ واک پیش کرتا ہے. لہذا ، ان لوگوں کی طرف سے ترجیح دی جاتی ہے جنہیں اسٹریپ رائز تک چلنا مشکل لگتا ہے۔ لیکن ایک مسئلہ ہے۔ ایکوزیٹر- ایک دن میں تمام سات جھیلوں کو دیکھ کر واپس نہیں آسکتا۔ واپسآنے کے دوران رات کو جھیلوں سے دور رہنے کے لئے کوئی معقول جگہ نہیں ہے جبتک کہ کوئی پیر کی گلی کے قریب واپس نہ آجائے۔ لہذا بہت سے لوگ اس راستے کو ترجیح نہیں دیتے ہیں۔ جو لوگ یہ راستہ اختیار کرتے ہیں وہ زیادہ تر ایک یا دو رات جھیلوں کے راستے۔ یہتمام راستوں میں سب سے لمبالیکن خوبصورت ہے۔ اس میں بارامگاال baramgalla-Girjan□Bayarwali، کے بعد دوسرے راستوں سے واپس آتے ہیں اور ڈھوکا سمیں رہتے ہیں۔ دو سے گرجنگالی تک پہلی 7 کلومیٹر کی کھڑی بلندی شامل ہے۔ اس کے بعد باقی 8 کلومیٹر سب سے زیادہ لGirgin طف اندوز سادہ واک ہے سرسبز سبز گھاس کا م Girjan دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ. ایک Girjan کے ذریعے تمام سست رفتار موسیقی dhok یدان تک پہنچنے کھڑی اضافہ کی جسمانی کشیدگی بھول جاتا ہے. گرجان کے اختتام کے قریب بائرمیڈو تک ڈیڑھ کلومیٹر کا دوسرا اکھڑا ہے۔ بائرمیڈو سے آگے جھیلوں تک 7 کلومیٹر) تقریبا (کی سیڑھی کے منظر کی طرح ہے : ایک فلیٹ میڈو جس کے بعد ہلکی سی چڑھائی ہوتی ہے، چار بار دہرایجاتی ہے۔ اس راستے پر پہنچنے والی پہلی جھیل سکھسر ہے جس کے بعد نیلسار ہے۔ یہ راستے اوپر کی طرف سفر کی رفتار . پر منحصر ہے سات سے دس گھنٹے سے کم نہیں لیتا ہے تیسرا، بارامگال-حسن تھام-پنجتاری-Bay جھیلیں : اس راستے میں جھیلوں تکپہلے 6 کلومیٹر بہت نرم گرڈینٹ شامل ہے زمین کی تزئین کی تقریباar سے جھیلوں کے لئے اسی طرح کی ہے. اس راستے میں چھ سے نو گھنٹے سے کم پیدل سفر شامmeadowل نہیں ہے۔ اس راستے پر چلتے ہوئے ایک وزیٹر نے پہلے گم سار کو مارا جس کے بعد نندن سار، خلدچن ی، سکھ سار، نیل سار، کتوری سار اور کتنان سار آئے۔ چوتھا، دارہل-بڈھکھوری -شکمرگ/ لدھیمرگ- ساروٹا جھیلیں : یہ راستہ ضلع راجوری کے بڈھل سے لیا گیا ہے۔ اس میں بدھکھوری سے شاکر مارگ یا لدھ یمارگ تک 13 کلومیٹر کی کھڑی سے نرم عروج کا مرکب شامل ہے۔ شکرمرگیالدھیمرگ سے لے کر س اروٹا سار تک، 3 کلومیٹر کا فاصلہ، دریائے گرجان کے گھاس کے میدانوں اور تیزی سے چلنے والی شاخوں سے گزرنے والی سیر میں۔ ساروٹا میڈو سے پہلی جھیل جو کٹانن یا ساروٹا سار سے ٹکراتی ہے ساروٹام یڈو سے صرف 2 کلومیٹر نرم اضافہ اس کے بعد کٹوری، نیل سکھ، کال ڈچنی، نندن سار اور گم سار۔ یہ ر استہ، اگر لیا جائے تو، جانگ سار، گگ النو اور ہندو سار جیسی دوسری جھیلوں کا دورہ کرنے کا فائدہ پی ش کرتا ہے بشرطیکہاس کے اختیار میں ایک اضافی دن ہو۔ یہ جھیلیں اس راستے کے شکرمرگ- ساروٹا ایس اے آر حصے کے دائیں بازو پر گرتی ہیں۔ ان راستوں پر پیدل سفر کرنے کے بعد، شمستھم اور پاجتاری کے درمیان الپیچ کے عالوہ، میں زائرین کو مشورہ دوں گا کہ وہ اوپر کی طرف سفر کے لیے پیر کی گلی کا راستہ اختیار کریں اور دیگر تین راستوں میں سے کسی کے ذریعے واپس آئیں۔ کھڑی اوپر کی طرف سفر سے بچنے اور دیگر تین راستوںمیں سے کس یہThis ی کے ذریعے واپس آنے کے لئے یہ سب سے بہتر ہے. کھڑی اوپر کیطرف سفر سے بچنے کے ل سب سے بہتر ہے جسے زیادہ تر لوگوں کو لینا مشکل لگتا ہے۔ یہ گھوڑے پر سفر کرنے والوں پر الگو نہیں ہوسکتا ہے. گھوڑے کے سفر کے لئے بہترین راستے یا تو پنجتاری یا گرجن کے ذریعے ہیںکیونکہ شروع سے آخر تک راستے میں شاندار قدرتی ترتیبات ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کے لئے ان جھیلوں کا دورہ مشکل بناتا ہے، رات کے قیام کیسہولت سے لے کر راستے میں کھانے کے لئے کسی بھی چیز کی عدم دستیابینک کسی بھی سیاحت کے بنیادی ڈھانچے کی مکمل عدم موجو دگی ہے۔ ایکیا تو گھاس کے میدانوں میں لوگوں کے رحم و کرم پر رہے جو اپنے مویشیوں کو چرانے کے لی ے موجود ہیں یا انہیں کھانے کے قابل اور رات کو سونے کی سہولتبھی النا ہوگی۔ لیکن تیز ہوا اور جنگلیجانوروں کی موجودگی کہیں بھیخیمے لگانا مشکل بناتی ہے۔ یہ ایک وزیٹر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ مقامی مدد الزمی طور پر لے جو آسکتا ہے یا نہیں. اگرچہ گھاس کے میدان میں ریوڑ پالنے والے لوگوں کی اکثریت انتہائی مہمان نواز اور گرم ہے لیکن ایسی مثالیںموجود ہیں جب ان میں سے کچھ تفریح نہیں کر سکتے ہیں۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ محکمہ سیاحت کو کچھ انتظامات کرنا ہوں، کم از کم رات کے قیام کے لئے، ترجیحا خیمے کی رہائش کی شکل میں راستے میں کچھ جگہیں یا متبادلطور پر، مقامی نجی اقدام کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے کہ وہ چند مخصوص مقامات پر بہترین سہولت فراہم کرنے کے لئے اجازت کے آسان طریقو ںسے حوصلہ افزائی کرے۔ یہ تمام جھیلیں صرف موسم گرما کے دوران قابل رسائی ہیں. سردیوں میںزمین کی تزئین اور جھیلیں برف میں ہوتی ہیں۔ پگڈنڈی ناقابل رسائی اور عبور کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ . " کا مطلب ہے". یلف کی گرج Girjan اس وادی کا نام گرجان مشہور بادشاہ گرجان دیو سے لیا گیا ہے۔ لفظ مقامی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جو اس عالقے میں تیز گرج اور بجلی کے بغیر چال جائے۔ یہ جھیلیں الپائن جھیل کے بہترین ٹریک میں سے ایک پیش کرتی ہیں۔ ایک شوقین ٹریکرز کے لیے اختیارات زیادہ تر کشمیر میں آپ کو خوبصورت شیشنگ جھیل نظر آتی ہے۔ لیکن یہ جھیلیں آپ کو متضاد زمین کی تزئین اور مناظر دیں گی۔ نندن سار دو کلومیٹر لمبی بیضوی شکل کی جھیل، سب میں سب سے بڑی اور پرکشش اور خوبصورت ہے۔ تمام سات ملحقہ جھیلیں گرجان وادی میں گرتی ہیں۔ وادی کا نام گرجن کا مطلب یلف کی گرج ہے، گرج سے ماخوذ ہے جس کا مطلب گرج ہے اور جن کا مطلب یلف ہے۔ سات جھیلوں کی یہ وادی اس عالقے میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے. وادی میں برف سے ڈھکے بہترین پہاڑ، سرسبز گھاس کا میدان اور چمکتی ہوئی ندیاں ہیں۔ یہ پیر پنجال رینج کے سرد ترین زون میں سے ایک بھی ہے۔ مشہور مغل سڑک وادی کشمیر کو پونچ سے جوڑتی ہے، وادی کے پردیی حصے کو چھوتی ہے۔ وادی میں اس کے آس پاس اور اس کے آس پاس 30 جھیلیں ہیں، تاہم، سات جھیلیں وہ ہیں جن کے لئے زیادہ تر دورہ کیا جاتا ہے۔ تمام جھیلیں صرف موسم گرما کے وران قابل رسائی ہیں. سردیوں میں زمین کی تزئین اور جھیلیں برف میں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ عالقے کی واحد جھیلیں نہیں ہیں۔ ان جھیلوں سے جنوب مشرق کی طرف تھوڑا سا فاصلہ پر، مزید پانچ جھیلوں کا ایک گروپ ہے۔ ان میں قابل ذکر ہیں ہینڈی سار (رام جھیل)، گگ النا) کراؤس نیسٹ اور رجنج سار (شادی جھیل)۔ اسی طرح نندن سار کے شمالی پہلو کی طرف دو اور جھیلیں گرتی ہیں۔ ان جھیلوں میں سے زیادہ تر ضلع پونچ میں واقع ہیں. مقامی لوک کہانیاں یہ مانتی ہیں کہ سات سار (سات جھیلیں) ایک زندہ ہستی ہیں، ہر ایک میں ایک الگ مافوق الفطرتطاقت ہے۔ افسانوں کی ایک لمبی فہرست میں صرف چند کا ذکر کرنا: ایک، یہ سائز کے بھائی اور ایک بہن ہیں۔ پانچ چھوٹے بھائیوں کو سب سے بڑے، نندن سار کے غضب سے بچایا جاتا ہے، سومی اور قائل بہن، کال ڈچنی کے ذریعہ۔ دو، اگر قربانی کے جانور کی الش ڈوب جاتی ہے، تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ قربانی قبول کی جاتی ہے اور اگر الش ڈوبتی نہیں ہے تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ قربانی قبول نہیں کی جاتی ہے۔ تین، غسل سختی سے ممنوع ہے کیونکہ مقدس جین) پوشیدہ وجود (ان جھیلوں میں رہتا ہے۔ چار، اگر الل کپڑا جھیلوں کے ارد گرد دکھایا جاتا ہے تو، پانی میں موجود الہی قوتیں بلند آواز بنانا شروع کرتی. ہیں پیر پنجل رینج کا حصہ غیر معمولی اسپورس پیش کرتا ہے، جو جنوب اور شمال دونوں طرف پھیلتا ہے۔ سب سے پہلے، اسپرس ایک کلومیٹر سے بھی کم فاصلے پر پھوٹتے ہیں۔ دوسرا دونوں طرف پھیلے ہوئے اسپورس کے پس منظر میں ہموار سطحیں ہیں جہاں برف بڑی مقدار میں جمع ہوتی ہے، جبکہ مرکزی رینج انتہائی کھردری اور بری طرح ٹوٹی ہوئی ہے جو برف جمع ہونے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ اس کے نتیجے میں مرکزی رینج کے مقابلے میں اسپورس پر زیادہ گلیشیل سرگرمی ہوئی، جس کے نتیجے میں مرکزی رینج سے کچھ فاصلے پر کا عالقہ گلیشیئرز کو منتقل کر کے نیچے الئے گئے مواد سے، مسدود ہو جاتا ہے اور مرکزی رینج کے نچلے حصے پر موجود حصہ ایک افسردگی میں تبدیل ہو جاتا ہے جس نے جھیلیں تشکیل دی ہیں۔

ادارتی ٹیم

چیف ایڈیٹر: پروفیسر شیام نارائن لال　منیجنگ ایڈیٹر:- ڈاکٹر گریما گپتا　کنسلٹنٹ ایڈیٹر: برجیش جھا　ایڈیٹر:- ڈاکٹر گریما گپتا　لینگویج ایڈیٹر: ادریس فلاحی

سب ایڈیٹرز: ادریس فلاحی، سہیل بشیر، شہناز کوسر، حمیرا بانو، مہوش چودھری، اشتیاق احمد (سمسٹر اول، ڈی جے اینڈ ایم ایس)